جلد ۳ | ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | ۲۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۱۲۱

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

۱۔ حضرت امیر المومنین کی طبیعت اچھی ہے۔ درس قرآن مجید حسب معمول دیتے ہیں۔ آجکل سورۃ المائدہ ختم ہونیوالی ہے۔

۲۔ اکثر اہل بیت مسیح موعود پانی پت میں ہیں۔

۳۔ مفتی محمد صادق صاحب جمعہ کے روز واپس قادیان پہنچ گئے۔

۴۔ مرزا محمد احسن بیگ صاحب کی برات کے ساتھ مولانا سرور شاہ صاحب تشریف لے گئے۔ اور ۲۷ مارچ سب معہ میر صاحب قبلہ مع الخیر واپس تشریف لے آئے ہیں۔

اخبار احمدیہ

بصرہ میں سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ

ہمارے بھائی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کی عربی نظم ایک عربی ملاں سے پڑھنی شروع کردی ہے وہ اکثر دفعہ یہ کہتا ہے کہ یہ ہندی آدمی کی کلام نہیں ضرور وہ عرب کا ہوگا۔ کلام بڑی فصیح اور اعلیٰ ہے۔ یہ نو ایک دن ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے روبرو فارسی زبان میں حضرت صاحب کے واقعات اور دعاوی کے متعلق بیان کیا تھا جسکو کہ اس نے اچھی طرح سے سنا۔ اور کسی قسم کے تعصب یا کینے کا اظہار نہیں کیا۔ اب حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ نیک نتائج پیدا کرے۔ حضرت صاحب کی تعلیم اس پر اثر کرے۔ آمین۔

ڈیرہ غازیخان

محمد اکبر سیکرٹری انجمن احمدیہ ڈیرہ غازیخان تحریر فرماتے ہیں۔ جلسہ احمدیہ بہت کامیابی اور رونق سے ہوا۔ مرہم عیسیٰ کا قطعاً کسی احمدی پر کوئی بد اثر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی غیر احمدی اس کے پھندے میں آئے۔ بلکہ ایک احمدی بھائی منشی الٰہی بخش جو متذبذب حالت میں رہتا تھا۔ خلافت ثانیہ کا قائل ہو کر بیعت میں داخل ہو گیا ہے۔ اسکے علاوہ ایک غیر احمدی بھی احمدی ہوا ہے۔ جلسہ میں شمولیت کے لئے احمدی بھائی دور دور سے تشریف لائے۔ بستی مندان اور بستی تونسہ تک سے احباب آئے تھے۔ چودہری نذر محمد اور حکیم عبدالخالق صاحب ۷۰ میل سے سفر خرچ برداشت کر کے تشریف لائے۔ مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عجیب شان نظر آتی تھی۔ غیر مبائعین نے مسجد میں آنا

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپکر شائع ہوا۔

اور نماز پڑھنا تک چھوڑ دیا۔ جلسہ میں بھی اگر بیٹھنا ان کو حرام معلوم ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب ختم نبوت پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ اور تقریباً بارہ بجے رات تک کرتے رہے۔ لوگوں نے اسے اس توجہ اور دلچسپی سے سنا کہ اگر ساری رات بھی مفتی صاحب تقریر کرتے رہتے تو لوگ ہرگز نہ اکتاتے۔ گویا کہ ایک نشہ تھا جو انہیں پلا دیا گیا تھا۔ حضرت حکیم خلیل احمد صاحب نے تقریر شروع کی۔ خدا جانے کہ آپ کے اندر کیا جوش مخفی تھا۔ جو سمندر کی لہروں کی طرح موجزن ہو کر نکلا۔ اور ایسا نکلا کہ لوگ حیران رہ گئے۔ قریباً سارا دن حکیم صاحب کی تقریر میں ہو گیا تھا مگر ان کا جوش تھا کہ تھمنے میں نہ آتا تھا۔ جوش بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اور سامعین کانپتے تھے۔ اور ان کے لذت اٹھانے کا شوق بڑھتا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور آپ کے کارناموں کو کچھ ایسے دل آویز اور پُرجوش الفاظ میں آپ نے بیان فرمایا کہ اسکی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔ بعض آدمی تو ایسے متاثر ہوئے کہ چیخیں مار کر رو پڑے اور باقی وجد کی حالت میں تھے۔ لوگ حضرت حکیم صاحب کی تقریروں کے عاشق ہو گئے تھے۔ اور نہیں چاہتے تھے کہ کسی وقت بھی یہ تقریر بند کریں۔ آخر جب رات زیادہ گذرنے لگی۔ تو مجبوراً پھر حکیم صاحب کو تقریر بند کرنی پڑی

ملتان ملتان میں جلسہ بفضلہ تعالیٰ بہت کامیابی سے ہو رہا ہے۔ سنا ہے کہ شہر کے علماء ہماری مخالفت میں اشتہار دینے لگے ہیں۔ اور کسی مولوی کو لاہور امرتسر سے بلوانے لگے ہیں۔ یہاں باغیان خلافت میں سے ایک شخص آئے۔ کہنے لگے کہ خلیفہ اول کی بات ماننی چاہیئے میں نے کہا کہ خلیفہ اول اپنے سب خطوں میں فرماتے رہے۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا۔ میرے بعد بھی خدا بنائیگا۔ یہ خلیفہ اول کی بات ہے۔ قبول کرو۔ اور خلیفہ ثانی کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر کہنے لگے۔ کہ صرف مرزا صاحب کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ غلطیاں سب میں ہوتی ہیں۔ مجھ میں بھی ہیں۔ غیر احمدی جزئی کافر ہیں۔ ان کو کہا گیا کہ پھر آپ جزئی احمدی ہوئے۔ جواب دیا کہ بے شک جزئی احمدی ہوں۔ لیکن اپنے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھ کر دینے سے انکار کیا ☆

جام پور کے مولوی عبد العزیز صاحب اور میاں عبد العزیز صاحب (برادر مرہم عیسیٰ) بھی یہاں آئے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ لیکچر دینے میں شامل ہیں۔ کل کا دن اور یہاں جلسہ ہوگا سامعین خوب جمع ہوتے ہیں۔ عموماً ہال بھر جاتا ہے۔ ہندو صاحبان بھی تشریف لائے ہیں۔ جمعہ کے دن انشاء اللہ میں قادیان پہنچ جاؤں گا (پہنچ گئے)

ڈیرہ غازی خاں میں مرہم عیسیٰ وغیرہ مباحثہ کے واسطے آئے حکیم خلیل احمد صاحب نے خلیفہ، امیر اور مجدد کی تعریفیں دریافت کیں۔ اسی میں ایسے گھبرائے کہ کبھی کچھ کہیں اور کبھی کچھ۔

ایک ہندو نے جو دعا کرائی تھی مقبول ہوئی میں نے ایک خط آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا کہ میں سال گذشتہ میں اپنی جماعت میں فیل ہو گیا تھا۔ اور آپ سے التجاء کی تھی کہ خداوند تعالےٰ کے آگے میری نسبت دعا کریں۔ چند دن گذرے نہ تھے کہ مجھے ایک خواب آیا جسمیں حضرت صاحب نے میری طرف ایک کارڈ انگریزی میں لکھا۔ اگرچہ میں اس کارڈ کو اچھی طرح سے نہ پڑھ سکا۔ لیکن چند الفاظ جو کہ میں پڑھ سکا۔ اُن کا میں اُردو میں ترجمہ کر دیتا ہوں۔ یہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خداوند تعالےٰ کے آگے تیری نسبت دعا کی ہے۔ اور انہوں نے قبول کر لی ہے۔ اور میں خواب میں پاس ہو گیا۔ چند دن گذرنے کے بعد حضرت صاحب کا خط آیا کہ دعا کروں گا۔ اور آپ کی دُعا کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ میں پاس ہو گیا۔ (ایڈیٹر) خدا آپ کو دین کے معاملہ میں بھی پاس ہونے کی راہ پر چلائے۔ ہدا ک اللہ ☆

دُعا اندور سے اخویم عبد اللہ صاحب اپنے ایک منذر خواب کی بناء پر تمام احباب سے دُعا کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ اور عمر الدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ صرح سے اپنے لڑکے کے لئے جو میدان جنگ میں گیا ہے ☆

دہلی میں ہمارے قائم مقام اب تک موجود ہیں۔ غیر احمدی اور آریہ سے تاحال شرائط طے نہیں ہوئے۔ خط و کتابت ہو رہی ہے۔ اس لئے مباحثہ نہیں ہوا ☆

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری جو راولپنڈی میں تبلیغ سلسلہ احمدیہ کے لئے مقیم تھے۔ اور وہاں نہ صرف غیر احمدیوں پر بلکہ منکران خلافت کے زعیم حکیم شاہنواز صاحب

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو شکست فاش دیکر اس فتنہ باغیہ کے فتنہ کو روکا۔ اب حسب الحکم امرتسر تشریف لائے ہیں۔ امید ہے جماعت احمدیہ امرتسر ان کے فیوض سے متمتع ہوگی ☆

درخواست دعا میر دلاور علی صاحب احمدی اطلاع دیتے ہیں کہ اہلیہ نواب سراج الدین احمد صاحب سخت بیمار ہیں۔ اس لئے تمام احباب تہ دل سے صحت کے لئے دُعا فرماویں ☆

احمدیوں کا استقلال ہماری برادری جو پوچھ شہر خاص میں ہے۔ کل تعداد میں مع عورتوں اور بچوں وغیرہ کے ۶۰ کس ہیں جنمیں سے ۳۰ تو احمدی ہیں اور ۳۰ غیر احمدی ان سب سے بڑا اور سب کا سردار الٰہی بخش زرگر تھا جو کہ خاکسار کا خسر تھا۔ اور باقی کسی کا دادا اور کسی کا باپ اور کسی کا نانا اور کسی کا ماموں وغیرہ غیر احمدی تھا فوت ہو گیا۔ جنازہ کے موقعہ پر بڑے بڑے مالدار اور رئیس اور مجسٹریٹ اور ذی عزت آدمی موجود تھے مگر ہم نے جنازہ نہ پڑھا۔ اور سارے شہر میں شور برپا ہو گیا کہ مرزائیوں نے اپنے دادا کا جنازہ نہیں پڑھا۔ ہمارے غیر احمدی سخت ناراض ہوئی۔ اور ہمارے ساتھ قطع کرنا چاہا ہم نے کہا اگر آپ دنیاوی معاملات میں ہمارے ساتھ تعلق رکھنا چاہیں تو بڑی خوشی سے۔ مگر جن دینی امور میں ہمکو آپکے ساتھ شامل ہونا منع ہے۔ انمیں آپکے ساتھ ہمارا کچھ تعلق نہیں اور نہ ہم ایسا کرینگے۔ آپ اگر کسی احمدی کا جنازہ پڑھیں گے تو آپکی مرضی نہ پڑھیں گے تو آپکی مرضی۔ ہمیں کوئی شکایت نہیں لیکن ہم نہ تمہارے بڑوں کا اور نہ چھوٹوں کا جنازہ پڑھینگے اور نہ کسی کے پیچھے نماز پڑھینگے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ دنیاوی تعلقات نہیں ٹوٹ سکتے۔ اور دینی تعلقات کا دنیاوی تعلقات سے کوئی تعلق نہیں یہ ان کا ہی فیصلہ ہے ہم نے انکو کہدیا تھا جو کچھ آپ کا منشا ہے ہمیں منظور ہے چاہو تو دنیاوی تعلقات رکھو اور چاہو تو یہ بھی نہ رکھو ہم حضرت صاحب کے حکم کو برادری کے لئے چھوڑ نہیں سکتے ☆

خبریں

روسی ایران میں - (لنڈن ۲۳ مارچ) روسیوں کے اصفہان پر قبضہ کرنے سے پہلے ایک لڑائی ہوئی۔

چین میں شاہی حکومت کا ارادہ ترک۔ لنڈن ۲۲ مارچ نیویارک سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ایک حکم جاری کیا ہے جسمیں اعلان کیا گیا ہے کہ شاہی حکومت ترک کر کے پھر سے جمہوری حکومت اختیار کی جاتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء

کیا غیر احمدی قرآن جانتے ہیں؟

(نمبر ۵)

ہمنے نہایت نیک نیتی اور فلاح عام کے خیال سے اس سلسلہ مضامین کو شروع کیا تھا۔ اور مولوی ابوالکلام صاحب آزاد نے جن بعض آیات کے معنی غلط کئے تھے۔ ان کی اصلاح کی تھی۔ خدا کے فضل سے جیسا کہ ہمیں امید تھی۔ یہ سلسلہ اہل علم اصحاب کے نزدیک پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے چنانچہ ایک غیر احمدی عالم صاحب لکھتے ہیں کہ:-

کسی گذشتہ نمبر میں مولانا ابوالکلام آزاد کی کلام ترجمان پر آپنے نوٹ لیا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپنے نہایت باریک نکتہ سے ایک غلطی کا حل کیا ہے جس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔ اس کے بعد آج تک نہ تو البلاغ میں کوئی ریمارک کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی کسی اسلامی اخبار میں کوئی تذکرہ ہوا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قریباً تمام علماء اسلام ان معنی کو قبول کر گئے ہیں۔ گو اس سے پہلے وہ آزاد صاحب کے ہمخیال تھے۔ اور اس طرح وثوق کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ غیر احمدی قرآن کریم جیسی متبرک کلام کی آج تک بے سوچے سمجھے معانی و تفسیر بالرائے کرتے چلے آئے ہیں ورنہ کسی معتبر تفسیر سے وہ معنی دکھائیں جس سے احمدی جماعت کو یہ فخر نہ ہو کہ ہم ہی قرآن مجید کی صحیح تفسیر جانتے ہیں۔ سچ ہے۔ جمیع العلم فی القرآن لاکن تقاصر عنہ افہام الرجال "

اس کے بعد وہ اپنی طرف سے کچھ سوال پیش کر کے ان کے جواب چاہتے ہیں جنہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ان کا پہلا سوال یہ ہے کہ " سورہ الشعراء کے شروع میں خداوند تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ تم فرعون کی طرف جاؤ۔ اور اس کو تبلیغ کرو۔ موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ میرا سینہ تنگ اور زبان فصیح نہیں۔ میرے ساتھ ہارون کو بھیجو۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے ایک بڑا عذر یہ کیا ہے۔ ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون اب سوال یہ ہے کہ ایک ذنب سے یہاں کیا مراد ہے اور آپکو اتنا خوف کیوں تھا "

ہمارے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا تعالیٰ کے حضور یہ عرض کرنا کہ فرعونیوں کا میرے ذمہ ایک گناہ ہے جسکی وجہ سے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ حضرت موسیٰ کے گھونسہ سے ایک فرعونی کا ہلاک ہو جانا واقعہ میں ان کا گناہ تھا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ فرعونیوں کے نزدیک ان کا یہ فعل گناہ تھا۔ کیونکہ ان کا آدمی مارا گیا تھا۔ لیکن اس فعل کے مطلق گناہ ہونے اور فرعونیوں کا گناہ ہونے میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ جو فعل کسی سلطنت کے نزدیک جرم ہو وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک بھی جرم قرار دیا جائے۔ مثلاً اسلام میں چار تک بیویاں کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے جو شخص چار بیویاں رکھتا ہے۔ وہ اسلام کے رو سے خدا تعالیٰ کے نزدیک کسی قسم کا گنہگار نہیں ہے بلکہ ایک حکم الٰہی کا پابند ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کی نسبت یورپ یا امریکہ میں یہ ثابت ہو جائے کہ اسکی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں۔ تو وہ مجرم قرار دیا جاتا۔ اور سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ چنانچہ کنیڈا کے واقعات اس کے شاہد ہیں۔ اسی طرح گو حضرت موسیٰ ؑ کے مکے سے ایک شخص کا ہلاک ہو جانا اس حکومت کے نزدیک گناہ تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک گناہ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسبات کو اس موقعہ پر پیش کیا ہے۔ جبکہ انہیں فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا ہے ورنہ اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوتے تو اس موقعہ پر پیش نہ کرتے۔ اور پھر فرعون سے ڈرنے کی بجائے خدا سے ڈرتے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور اس فعل کے متعلق کسی قسم کی بخشش اور عفو کی درخواست نہیں کی۔ بلکہ رب نجنی من القوم الظلمین کہا ہے یعنی انہیں کو ظالم قرار دیا ہے اپنے آپ کو مجرم قرار نہیں دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ کلا۔ وہ ہرگز تم کو قتل نہیں کر سکیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اس فعل کی وجہ سے مجرم ہوتے۔ تو کیا (نعوذ باللہ) یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خدا ایک مجرم کو بچانے کا وعدہ کرتا ہے۔ لیکن سرے سے یہ بات ہی غلط ہے کہ حضرت موسیٰ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس فعل کی وجہ سے گنہگار تھے۔ ہاں اس حکومت کے نزدیک گنہگار تھے۔ اور وہ ان کے قتل کرنے کے درپے تھی۔ لیکن خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ بے گناہ تھے۔ اسی لئے خدا نے انہیں تسلی دی کہ جب ہمارے نزدیک تمہارا کوئی گناہ نہیں ہے تو پھر کون ہے جو تمہیں قتل کر سکے کوئی نہیں کر سکتا۔

پس یہاں جو ذنب کا لفظ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استعمال کیا ہے وہ فرعونیوں کے نزدیک ذنب ہے نہ کہ حضرت موسیٰ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک۔ اور انہیں کی ایذاء رسانی سے وہ ڈرتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ " جب فرعون کے پاس دونوں صاحبان حضرت ہارون و حضرت موسیٰ گئے ہیں تو اس نے پہلے احسان جتایا ہے کہ تجھ کو ہمنے پالا۔ ہمارے پاس کئی سال تک رہا۔ اور اخیر پر فرعون نے وہ بات جتلائی جو کہ اس کے خیال میں رسالت کے منافی تھی۔ یعنی وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین۔ اس کا جواب حضرت موسیٰ یہ دیتے ہیں کہ فعلتہا اذا وانا من الضالین۔ پس وہ کیا جرم تھا۔ جسکی بابت موسیٰ علیہ السلام ضال کا لفظ آپ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں "

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ چونکہ فرعون کے نزدیک حضرت موسیٰ ؑ کا وہ فعل جرم تھا۔ اس لئے اس نے پہلے اپنے احسانات جتلائے اور اس کے بعد اس فعل کو بتا کر حضرت موسیٰ ؑ پر یہ بات چسپاں کرنی چاہی ہے کہ تم نے بغاوت کی ہے یعنی یہ کہ اس حاکم قوم کے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے جسکے تم پر بہت احسان ہیں۔ انت من الکافرین کہنے سے فرعون کی یہی مراد ہے کہ تم میرے مطیع نہیں رہے ہے نہ کہ مذہبی طور پر انہیں کافر ٹھہرا رہا ہے کیونکہ جس فعل کے نتیجہ میں وہ یہ کہہ رہا ہے وہ سیاسی معاملہ ہے نہ کہ مذہبی۔ فرعون نے تو ان کو باغی قرار دیا ہے اور وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ فعلتہا اذا وانا

من الضالین۔ یعنے یہ کام ناشکری اور بغاوت کی وجہ سے نہیں کیا تھا۔ بلکہ میں چونکہ قوم کی محبت رکھنے والوں میں سے تھا۔ اس لئے جب میں نے اپنی قوم کے ایک آدمی کو مظلوم دیکھا تو اسکی مدد کے لئے مجبور ہوگیا۔ چنانچہ صراح لغت کی مشہور کتاب میں بھی یہی معنے لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۹ ومنہ قولہ تعالیٰ حکایۃ عن اخوۃ یوسف ان ابانا لفی ضلال مبین ای ھو مغلوب فی محبتہا یعنی فی محبت یوسف واخیہ وقولہ تعالیٰ حکایۃ عن موسیٰ علیہ السلام قال فعلتہا اذا وانا من الضالین ای من المغلوبین فی عصبیۃ الدین۔ یعنی دین کی عصبیت سے مجبور ہو کر قومی محبت کے سچے جوش میں جائز طور پر میں نے یہ کام کیا تھا۔ آگے فرماتے ہیں۔ ففررت منکم لما خفتکم۔ چونکہ مجھے تمہاری گرفت سے خوف پیدا ہوا تھا۔ اس لئے میں یہاں سے چلا گیا۔ فوھب لی ربی حکما وجعلنی من المرسلین۔ لیکن میرا یہ کوئی ایسا فعل نہ تھا جو میرے خدا کو ناپسند ہوتا اس لئے اس نے مجھے حکم عطا کیا۔ اور مرسلوں میں سے ایک رسول بنا دیا

یہاں جو بات شکل میں ڈالنے والی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ کا انا من الضالین کہنا ہے۔ لیکن اگر انسان ایک نبی کی شان اور قدر کا صحیح اندازہ لگانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ تو وہ کبھی اس کے یہ معنے کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ حضرت موسیٰ نے کہا ہے کہ چونکہ میں اسوقت گمراہوں میں کا ایک گمراہ تھا۔ اس لئے وہ فعل مجھ سے سرزد ہوگیا۔ کیونکہ ایک نبی کو اسکی عمر کے کسی حصہ میں گمراہ قرار دینا ایک ایسی نارواباتے جو شان نبوت کے بالکل منافی ہے۔ پھر اگر مان لیا جائے کہ حضرت موسیٰ نے یہی کہا ہے۔ تو گویا انہوں نے فرعون کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کرلیا ہے۔ اور اقبالی مجرم بنگئے ہیں۔ ایسی صورت میں فرعون انہیں جو سزا چاہتا۔ اسکے دینے میں حق بجانب سمجھا جاتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کا یہ عذر کہ میں اسوقت گمراہوں میں سے تھا۔ اس لئے مجھ سے ایسا ہوگیا ہے۔ ہرگز قابل وقعت نہیں ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات تھی جیسے کوئی شخص کسی کو قتل کردے۔ لیکن جب گرفتار کیا جائے تو کہدے کہ میں اس وقت گمراہ تھا۔ کیا اس کے اس عذر پر عدالت اسکو بری کردیگی۔ ہرگز نہیں۔ پس اگر حضرت موسیٰ نے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہوئے یہ بودا سا عذر پیش کیا تھا تو فرعون کے فرد جرم لگانے میں کیا روک واقع ہوئی۔ لیکن اس کے بعد وہ کہتا ہے ما رب العلمین۔ وہ کون رب العالمین ہے جس کے نزدیک تو اس فعل کے کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہے۔ اور اس نے تجھ کو رسول بنا دیا ہے۔ اس سے آگے خدا تعالیٰ کی ہستی پر گفتگو شروع ہوگئی ہے۔ اور اس واقعہ کا جس کی نسبت حضرت موسیٰ نے کہا تھا۔ انا من الضالین ذکر تک نہیں ہے گویا فرعون کو اس کے متعلق کوئی ایسا معقول جواب مل گیا ہے کہ اسے دوبارہ زبان پر لانے کی جرأت ہی نہیں ہوسکی اب اگر حضرت موسیٰ کا یہ جواب سمجھا جائے کہ انہوں نے اپنے آپ کو گمراہوں میں سے قرار دیکر چھوڑانا چاہا تھا تو یہ کوئی ایسا جواب نہیں ہے جس سے فرعون لاجواب ہو جاتا۔ بلکہ جیسا کہ ہمنے بتایا ہے۔ اس سے تو اس کے لئے موقعہ تھا کہ فرد جرم لگا دیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اور ایسے نہیں کیا کہ چونکہ حضرت موسیٰ نے خدا کے نزدیک اپنے آپ کو بے گناہ قرار دیا۔ اور اس کے ثبوت میں یہ پیش کیا کہ دیکھو اس نے مجھے رسول بنا دیا ہے۔ اگر میں اس کے نزدیک مجرم ہوتا تو کبھی مجھ سے یہ سلوک نہ کیا جاتا۔ اسپر فرعون نے پوچھا کہ تمہارا وہ کون رب ہے۔ جس کے نزدیک تم پاکباز ہو۔ اسی سلسلہ میں اس نے تمام سوالات خدا تعالیٰ کے متعلق کر دئے۔ جن کے جواب حضرت موسیٰ دیتے رہے۔ پس انا من الضالین کے یہ معنے کہ میں گمراہوں میں سے تھا۔ بالکل غلط ہیں۔ صحیح معنے وہی ہیں جو ہمنے اوپر کئے ہیں کہ میں محبان قوم میں سے تھا اپنی درماندہ اور فلاکت زدہ قوم کا درد رکھتا تھا۔ اس لئے ہمنے جب ایک ہم قوم کو مظلوم دیکھا تو اسکی مدد کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اگر کسی کو ہمارے ان معنوں کے متعلق کچھ شک وشبہ ہو تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو یہ آیا ہے کہ الم یجدک یتیما فاوی ووجدک ضالا فھدیٰ کو مدنظر رکھنا چاہئے کیونکہ یہاں ضال کے معنے گمراہ نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ دوسری جگہ آپ کی نسبت آیا ہے۔ ما ضل صاحبکم وما غوی پھر ایک اور وجہ سے بھی فرعون کا الزام اور انت من الکافرین کہنا لغو تھا کہ وہ مکّا از قسم قتل نہیں۔ پس ایک مظلوم کی حمایت میں حضرت موسیٰ کا مکّا مارنا اور اس کا مرجانا ایک اتفاقی واقعہ ہے قتل عمد نہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ جب موسیٰ اقرار کرچکے تھے کہ فلن اکون ظھیرا للمجرمین۔ میں کسی مجرم کا مددگار نہیں بنونگا۔ (جیسا کہ پہلے بھی نہیں بنا) تو اگلے ہی دن پھر وہی فعل وہ کیوں کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اور اس آدمی کو انہوں نے غوی یعنی مجرم قرار دیا جسکی مدد پر آمادہ ہوئے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ اول تو آپ مجرم کی مدد نہ کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر خود ایک آدمی کو مجرم قرار دیکر اس کی مدد کے لئے بھی تیار ہوجاتے ہیں +

اس واقعہ کے متعلق ہمنے نمبر اول میں صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ یہ اسبات کا ثبوت ہے۔ کہ حضرت موسیٰ نے پہلے دن کوئی ایسا فعل نکیا تھا جو ان کے نزدیک گناہ یا برا تھا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو ان کا دوسرے دن پھر اسی کے کرنے کے لئے تیار ہوجانا بالکل نامناسب اور ناروا تھا۔ اور اسطرح ان پر بہت بڑا الزام عائد ہوتا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ انہوں نے پہلے دن کوئی ناجائز بات کی اور نہ دوسرے دن کسی ایسی بات کے کرنے پر آمادہ ہوئے البتہ دوسرے دن انہوں نے اس اپنے آدمی کو یہ کہا ہے۔ کہ انک لغوی مبین۔ لیکن ان کے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ شخص مجرم یا فسادی تھا۔ اگر وہ ایسا ہوتا۔ تو آپ اسکی مدد کے لئے ہرگز آگے نہ بڑھتے۔ بلکہ آپنے اسے ڈانٹا ہے کہ تو ہر روز اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیتا ہے۔ کل بھی تو ہی مار کھا رہا تھا۔ اور آج بھی تو ہی ہے۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ اور یہ عام قاعدہ ہے کہ جب فریقین میں سے کسی ایک کی مدد کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو پہلے اسکو بھی نہ کسی طرح کی سرزنش کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کیا ہے۔ اسکو جھڑکا ہے کہ تو کیوں مصیبت میں پڑجاتا ہے۔ ورنہ اگر واقعہ میں وہ مجرم ہوتا تو کیا آپ کا اسکی مدد کے لئے تیار ہونا جائز ہوسکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ آپکا اسکی مدد کرنے پر آمادہ ہونا بتارہا ہے کہ وہ بے گناہ تھا۔

پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے جو اوپر ذکر کئے گئے یعنی اپنے آدمی پر اظہار افسوس کیا کہ تو کیسا مظلوم ہے جو اپنی عیش فاسد رکھتا ہے اور غوی کے یہ معنی لغت سے ثابت ہیں دیکھو لسان العرب فسد علیہ عیشہ۔ اس کا عیش خراب ہوگیا۔ جنجال میں پڑ گیا۔ مصیبت میں پھنس گیا۔ بہرحال یہ آیت بالکل صاف ہے۔ اور من عمل الشیطن کے یہی معنے ہیں کہ یہ اے قبطی تیرے شیطانی عمل کی سزا ہے۔

لمعات

پیغام پارٹی سے مباحثہ

پیغام پارٹی سے مباحثہ کے لئے بہت مدّت سے گفتگو ہو رہی ہے۔ ہمنے پہلے ان کی یہ درخواست منظور کی کہ تقریری بحث ہو جائے۔ دونوں طرف کی تقریریں قلمبند ہو جاویں لیکن پیغام پارٹی نے تقریری بحث کرنے سے گریز اختیار کیا پھر ہم نے تحریری بحث کا چیلنج منظور کیا۔ اور لکھا کہ گھر بیٹھے رہو اور اپنی اپنی تحریریں کسی غیر احمدی اخبار میں چھپواتے جاؤ۔ اسپر ۱۴ مارچ کے پیغام میں "ایک ضروری نوٹ" کے ہیڈنگ کے ماتحت ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کا نوٹ شائع ہوا ہے جسمیں مباحثہ کے لئے وہ یہ شرط پیش کرتے ہیں کہ "مباحثہ تحریری ہو۔ اور عبداللہ آتھم کے مباحثہ کی طرح فریقین رو در رو اپنا اپنا بیان دو کاتبوں کو لکھوائیں۔" ہمارے خیال میں اسکی ضرورت نہیں۔ مولوی محمد علی اور ان کے رفقاء بیشک اتنے فارغ ہو سکتے ہیں کہ وہ اسطرح وقت ضائع کریں۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح اور ہمارے مولوی فارغ نہیں۔ انہیں بہت کام ہیں۔ اس لئے ہم اسطرح اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ ہاں ہم پیغام کا تحریری مباحثہ بھی منظور کرتے ہیں۔ ہر دو فریقین اپنی اپنی جگہ بیٹھے تحریریں لکھتے رہیں اور وہ کسی غیر احمدی اخبار میں چھپتی رہیں۔ لیکن اگر پیغام کو یہ اعتراض ہو کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی دوسرے مولویوں کی مدد سے لکھتے ہیں تو پھر اس کے لئے آسان طریق یہی ہے کہ مضمون مقرر کر لیا جائے۔ اور تقریری مباحثہ ہو جائے (جسے کاتب ساتھ ساتھ لکھتے جائیں۔) پیغام کو حضرت خلیفۃ المسیح کی قابلیت معلوم ہو جائے گی۔ اور پتہ لگ جائیگا کہ وہ مولویوں کی مدد سے لکھتے ہیں۔ یا اللہ تعالےٰ کے عطا فرمودہ علم سے اور مولوی محمد علی صاحب کی قابلیت بھی معلوم ہو جائیگی کسی کو کسی پر اعتراض پیدا نہ ہو گا کہ فلاں نے فلاں سے مدد لی۔ پیغام کا یہ لکھنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح مباحثہ کے چیلنج کی منظوری کے متعلق خود لکھیں۔ ایڈیٹر الفضل کی منظوری مانی نہیں جا سکتی لغو ہے۔ اگر ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اپنے امیر کی طرف سے ہمیں چیلنج دے سکتے ہیں تو ایڈیٹر الفضل بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے اس چیلنج کو منظور کر سکتا ہے۔ اگر اس طرف سے مولوی محمد علی صاحب خود مباحثہ کے لئے چیلنج لکھیں۔ تو پھر ادہر سے حضرت خلیفۃ المسیح بھی خود اس مباحثہ کے چیلنج کی منظوری کا اعلان فرما دینگے۔

لا نفرق بین احد من رسلہ

پیغام ۱۲ مارچ صفحہ ۳ پر "لا نفرق بین احد من رسلہ کے معنے" کے ہیڈنگ کے ماتحت لکھا ہے کہ "گویا ہم (پیغامی) لا نفرق بین احد من رسلہ کے معنے یہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور محمد رسول اللہ کا ایک ہی درجہ تھا۔" پھر لکھا ہے "ہم نے آج تک ایسے معنی نہیں کئے" پھر لکھا ہے "الفضل کو چاہیئے کہ ہماری کوئی ایسی تحریر پیش کرے۔ ورنہ خواہ مخواہ غلط بیانی اور افترا پردازی سے باز آئے۔"

مہتمین و منتظمان اخبار پیغام کا حافظ اگر خراب نہیں ہوا اور بدستور اپنی اصلی حالت پر ہے کیسی قسم کا کوئی نقص واقع نہیں ہوا تو وہ تحریر یاد کریں جسمیں خواجہ کمال الدین کا وہ جواب چھپا ہے۔ جو انہوں نے لنڈن میں ایک پادری کو اس کے اس استفسار پر کہ "آپ لوگ محمد رسول اللہ کو حضرت عیسیٰ سے بڑا سمجھتے ہیں" دیا تھا۔ غور کیجئے۔ پادری کا سوال دو رسولوں کے درجے کے متعلق ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درجے میں حضرت عیسیٰ سے بڑا سمجھتے ہو۔ خواجہ صاحب کا یہ آیت لا نفرق بین احد من رسلہ پڑھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے یہ آیت یہی معنے مد نظر رکھ کر پڑھی تھی کہ نبی کریم اور حضرت عیسیٰ کے درجے میں کوئی فرق نہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ خواجہ کمال الدین کے ذہن میں یہ معنے نہ تھے کہ بلحاظ درجہ کے ان میں کوئی فرق نہیں بلکہ ان کے ذہن میں یہ معنے تھے کہ بلحاظ رسول ہونے کے انمیں کوئی فرق نہیں تو پھر انہوں نے اس پادری کو دھوکہ دیا۔ غلط عقیدہ بتا کر اُسے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ حالانکہ انکو اس وقت فضلنا بعضھم علےٰ بعض پڑھنا چاہیئے تھا۔ اور اگر انہوں نے دھوکہ نہیں دیا۔ غلط عقیدہ اسلام کی طرف منسوب نہیں کیا۔ تو پھر جہاں حضرت عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درجے کے متعلق سوال ہو رہا ہو۔ اس آیت کے سوائے اس کے اور کوئی معنے مُراد لئے ہی نہیں جا سکتے۔ کہ ان کے نزدیک حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی درجہ ہے۔

نام ہی محمود ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مشرکین مکہ باوجود ایک وقت میں آپکے مداح ہونے کے کام سپرد ہونیکے بعد طرح طرح کے بُرے سے بُرے اور گندے سے گندے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ گالیاں دینے میں وہ کوئی فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔ اور الزام لگانے میں انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی بہتان باندھنے میں بھی وہ پیچھے نہ رہے تھے۔ غرض کوئی بدی نہ تھی جو انہوں نے محمد رسول اصلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کی ہو اور کوئی بدگوئی نہ تھی جو انہوں نے آپ کی نسبت نہ کی ہو۔ اور کوئی برا نام نہ تھا۔ جو اس پاکوں کے سردار کی نسبت تجویز نہ کرتے ہوں۔ لیکن آپکا نام محمدؐ ایسا تھا کہ محمد نام لینے سے ہی سب برائیوں۔ نقصوں۔ عیبوں کی جو آپ کی طرف منسوب کئے جاتے تھے۔ تردید ہو جاتی تھی۔ اسی طرح پیغام پارٹی باوجود ایک وقت میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح محمود کی مداح ہونے کے کام کے سپرد ہونے پر اب طرح طرح کے ہفوات سے کام لے رہی ہے۔ کہیں انکی طرف کوئی بدی منسوب کرتی ہے اور کہیں کوئی بہتان باندھتی ہے لیکن "محمود" نام جو الہامی نام ہے۔ جب لیا جاتا ہے تو اسکی وہ شعاعیں جو نام محمود میں پوشیدہ ہیں۔ اس تاریکی کا گریبان چاک کرکے جو پیغام پارٹی اپنے ہفوات اور خرعبیلات سے پھیلاتی ہے۔ اسکی اصلیت کو روشن کر دیتی ہیں۔

اِن اشعار کا حوالہ دو۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جنہیں خلافت ثانیہ کے قائم ہونے سے از حد نقصان پہنچا ہے۔ اور اسی لئے اب وہ غصے میں جلے بھنے بیٹھے ہیں۔ کبھی ہمیں عیسائی بتلاتے ہیں کبھی غالی قرار دیتے ہیں۔ اور کبھی دوسرے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اور اس طریقے سے اپنے دلِ سوزاں کو قدرے تسکین دیتے ہیں۔ پیغام مورخہ ۱۴ مارچ میں بعنوان "دو میں ایک در ایک میں دو"، ایک مضمون لکھتے ہیں جسمیں وہ یہ شعر نقل کرتے ہیں

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں
پھر آگے سے بھی بڑھ کر اپنی شاں میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل

غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

میں ڈاکٹر صاحب سے یہ پوچھتا ہوں کہ آیا یہ شعر انہیں شعر کہنے والے کے کسی پرائیویٹ خط میں ملے ہیں یا کسی شخص کی زبانی سُنے ہیں یا کسی اخبار یا رسالہ میں پڑھے ہیں۔ اگر کسی اخبار یا رسالہ میں پڑھے ہیں تو براہ مہربانی اس اخبار یا رسالے کے جلد اور نمبر سے آگاہی بخشیں۔ اور اگر کسی کی زبانی سُنے ہیں تو ایسے شخص کا نام شائع کریں۔ اور اگر انہوں نے کسی خط سے نقل کئے ہیں تو وہ خط شائع کریں پھر ہم آپ کے اس مضمون کا بھی جواب دینگے۔ انشاء اللہ۔ اور سوچ تو جواب دیا جاچکا ہے *

فما وجدنا لاکثرھم من عھد

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اپنے محسن و مربّی کے اہل بیت و اصحاب کبار کو گالیاں دینے کا ایک انتظام کر رکھا ہے۔ ہر مہینے ایک ایک مضمون یا ٹریکٹ لکھتے ہیں۔ اور اس میں دل کھولکر گالیاں دے لیتے ہیں (دیکھو ترجمۃ القرآن والا مضمون اور تازہ شہادت) مگر بغض و عناد اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ پیٹ نہیں بھرتا۔ اور ھل من مزید کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے چند چیلے رکھے ہوئے ہیں جو کسی بھلے مانس شریف آدمی کی پگڑی اتارنے سے نہیں جھجکتے۔ کیونکہ یہ ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ از انجملہ ایک شملوی فتنہ انداز ہے۔ جس نے پہلے حضرت خلیفۃ ثانی کی بیعت کی۔ اور لاہور سے کئی معافی کے خطوط لکھے ثم اٰمنوا ثم کفروا کے بعد پھر شملہ میں خدا جانے ہمارے احباب نے اُسے کیوں منہ لگایا کہ وہاں ایک شہرت حاصل کی۔ ایک مباحثہ ہوا جسکی تہ میں مرزا یعقوب بیگ صاحب اور مرہم عیسیٰ کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ اور اس کی کمانڈ خود راعی قوم کے متعلق تھی اس کا ایسا اثر اس کے دل پر ہوا۔ کہ پھر اس نے دعا کے لئے درخواست کی۔ اور لکھا کہ مجھے پیغام والوں نے مجبور کیا ہے کہ تا فیصلہ خاموش رہوں۔ میں آپکی غلامی میں داخل ہو جاؤں گا۔ یہ خط میں نے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے اس کا ذکر پچھلے الفضل میں کر دیا۔ اب مجھے وہ صلواتیں سُنائی ہیں کہ الامان والحفیظ چند الفاظ ملاحظہ ہوں :-

"فضلی ایڈیٹر۔ افترا پرداز۔ قادیانی گدی نشین بے حیا۔ خدیث السن پیر۔ مکر و فریب آلودہ۔"

خیر ان گالیوں کے متعلق تو مجھے کچھ کہنا نہیں چونکہ اس نے ایسا خط لکھنے سے انکار کیا ہے۔ اس لئے اس کے خط کا عکس شایع کرتا ہوں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت صاحبزادہ صاحب فضل عمر مسلمہ الرحمٰن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار بعد از "عید مبارک" عرض کرتا نہایت ہی مودبانہ طریق سے دعا کا خواستگار ہے۔ تاکہ مولا کریم کو جو راہ پسند ہو۔ اسی کی خاکسار کو حاصل کرنے کی خدا اپنے فضل اور رحم سے ہی توفیق عطا فرمادے۔ بوجہ مباحثہ کا نتیجہ نہ نکلنے کے خاکسار مجبور کیا گیا ہے۔ کہ ابھی بالفعل خاموش رہوں۔ میں انشاء اللہ حضور کی غلامی میں داخل ہو جاؤں گا۔

خاکسار عبدالحق لکھی
اگزمنر آفس - ملٹری ورکس شملہ

اگر یہ اپنے عقائد سے پھر نہیں چکا۔ تو یہ حضرت اولوالعزم سے باوجود آپ کو ضال اور غالی جاننے کے دعا کی درخواست کیوں کرتا ہے۔ کیا ضالین اور گدی قائم کرنیوالوں سے بھی دعا کرائی جاتی ہے۔ کیا جنہیں حدیث السن اور فتنہ انداز ثابت کرنے کا زعم ہو۔ انکی غلامی میں داخل ہونے کا وعدہ بھی کیا جاتا ہے پھر سبز اشتہار کو دیکھو۔ فضل عمر مصلح موعود کا نام ہے پس آپ کو فضل عمر لکھنا دوسرے الفاظ میں آپ کو مصلح موعود اور خلیفۃ ثانی مان لینا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر لکھنے والے کے منافق ہونے میں شک نہیں۔ غرض ایک نہ ایک بات ضروری ہے مجھے بہت افسوس ہے کہ الفضل کے دو کالم مجھے اس قضیہ نامرضیہ پر خرچ کرنے پڑے۔ اگر یہ شخص خط سے انکار نہ کرتا۔ تو گالیوں کے متعلق میں کبھی نوٹس نہ لیتا کہ مہ نور مے فشاند۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ انکی خاص مصلحت کے ماتحت یہ خط میرے پاس پڑا رہا۔ ورنہ کوئی خیال تک بھی نہ تھا کہ محفوظ ہے۔ اور حضرت خلیفہ برحق تو ایسی باتوں کا خیال تک بھی نہیں کرتے۔

نواب صاحب شکریہ ادا کرتے ہیں!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ احباب نے میری علالت پر جو ہمدردی اور عیادت کے خطوط ارسال فرمائے اور پھر میری صحت پر مبارکباد دی۔ بعض کا مینے بعد صحت شکریہ بذریعہ خطوط ادا کیا اور اکثر کا شکریہ میں ادا نہ کر سکا۔ اس لئے بذریعہ الفضل ان اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

راقم خان محمد علیخان۔ رئیس مالیر کوٹلہ

حضرت مسیح موعود کا فتویٰ درکار ہے

بعض اوقات ایسے کاغذات مثلاً تمسک کرایہ نامہ۔ پرونوٹ وغیرہ بھی لکھنے پڑتے ہیں جنمیں فریقین خود سود وغیرہ مقرر کر کے لکھانے آتے ہیں۔ اور بندہ اپنی اجرت لیکر ایسے کاغذات بھی لکھ دیتا ہے آیا یہ جائز ہے؟ (ایڈیٹر) اس استفسار پر اگر کسی صاحب کو حضرت مسیح موعود کا فتویٰ تحریری یا زبانی یاد ہو تو ضرور تحریر فرمائیں *

اطلاع

اخویم حافظ جمال احمد صاحب کے مضمون "تصدیق المسیح" کی نسبت اعلان کیا گیا تھا کہ اسکی لکھائی چھپائی کا خرچ چالیس روپیہ ہوگا۔ جنمیں سے پانچ روپیہ اخویم عبدالغفور صاحب سب پوسٹماسٹر صاحب نے بھیجے ہیں۔ باقی روپیہ کے لئے احباب اگر کوشش کریں تو بہت جلد یہ رسالہ چھپ کے تیار ہو سکتا ہے۔

لہٰذا احباب جلد [illegible]

فیروزپور میں کوئی پیغامی اثر نہیں

نوشتہ جناب منشی فرزند علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع فیروزپور

چند روز ہوئے ہیں کہ پیغام صلح کا پرچہ نمبر ۹۰ مجریہ ۲۲ فروری میری نظر سے گذرا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ یہ اخبار یہاں فیروزپور میں نہ تو کسی احمدی اور نہ کسی غیر احمدی کے پاس آتا ہے۔ اس وجہ سے جو رطب و یابس اس میں چھپتا ہے۔ اس سے ہماری نظریں اور ہمارے کان بالکل محفوظ رہتے ہیں۔ پچھلے مہینے مرہم عیسیٰ اور ایک اور شخص ان کے ساتھ یہاں احمدیوں کو بہکانے کے لئے آئے تھے۔ اور سخت مایوس ہو کر یہاں سے گئے۔ خیال تو تھا کہ دیکھیے اپنی حسرت اور ناکامی کو کس طرح چھپاتے ہیں۔ اور کس رنگ میں اپنی کارگذاری دکھلاتے ہیں۔ مگر چونکہ یہاں پیغام کی آمد مطلق بند ہے۔ اس لئے ہمارا شوق پورا نہ ہو سکا حتیٰ کہ الفضل کے ایک پرچہ سے معلوم ہوا کہ مرہم عیسیٰ کے دورہ فیروزپور کے حالات پیغام میں چھپے ہیں۔ اس پر ہم نے اپنے احباب لاہور کو لکھا۔ وہاں سے مشکل سے پیغام کے بعض پرچے پہنچے ہیں۔ اس پرچہ میں کچھ فیروزپور کے متعلق لکھا گیا ہے۔ اس کو میں نے پڑھا ہے۔ جن لوگوں کا امیر ہمارے دن کی مالیت پر غاصبانہ قبضہ کر بیٹھا ہو۔ اور اپنے اس فعل کو قانون الٰہی کے خلاف پاکر قانون سلطنت کے ماتحت جائز ٹھہراتا ہو۔ اس کے ملازم جس قدر دروغ بافی سے کام لیں۔ تھوڑا ہے۔ ہاں میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس رپوٹ کا مخاطب کوئی "امیر المومنین" ہے جس سے غالباً مولوی محمد علی صاحب مراد ہیں۔ کہیں دوسری تحریروں میں مولوی صاحب کو "امیر جماعت احمدیہ" کے نام سے ملقب کیا جاتا ہے۔ تو ان پیغامی لوگوں پر رحم آتا ہے۔ کہ ان بیچاروں کو اپنے امیر کے لئے کوئی ایسا لقب نہیں ملسکتا جو صحیح معنوں میں اس پر صادق آئے۔ اس لحاظ سے مروجہ ہر دو القاب غیر صحیح ہیں۔ اور ان کی غلطی خفیف سا غور کرنے پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ مگر تعجب ہے۔ ہمارے مدعیان علم و عقل پیغامی بھائیوں کی نظر ابھی تک اس طرف نہیں گئی۔ ورنہ غالباً اب تک کوئی نہ کوئی مناسب لقب وضع کرلیا گیا ہوتا۔ امیر المومنین کا نام تو اس واسطے صحیح نہیں۔ کہ اگر مولوی محمد علی صاحب "مومنوں" کے امیر ہیں۔ تو پھر جو لوگ ان کی امارت کو نہیں مانتے وہ کیا ہیں؟ یوں تو غیر احمدیوں کو حلق پھاڑ پھاڑ کر مسلمان کہتے ہیں۔ اور کوئی کسر ان کو ان کی مسلمانی کا یقین دلانے میں نہیں چھوڑتے۔ مگر جب اپنے امیر کے لئے لقب اختیار کرتے ہیں۔ تو ایسا کہ جس سے تمام غیر احمدی لوگ غیر مومن ٹھہریں۔ بات یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت علامہ نورالدین صاحب مرحوم مغفور کو امیر المومنین لکھا جایا کرتا تھا محض اس کی ریس میں مولوی محمد علی صاحب کو امیر المومنین لکھا جاتا ہے۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ ان میں سے کسی رشید نے اس کے معنوں پر کبھی غور نہیں کیا۔ کہ یہ لقب جو ہمارے موجودہ عقیدہ کی جس کو اب ظاہر کیا جاتا ہے جز کا منتہا ہے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نام کے رکھنے سے ہی غیر احمدی لوگ کافر ٹھہرتے ہیں۔ "امیر جماعت احمدیہ" کا لقب اس واسطے صحیح نہیں۔ کیونکہ احمدیہ جماعت کا کثیر حصہ حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت میں داخل ہے۔ اور مولوی محمد علی کے ساتھ جو احمدی لوگ وابستہ ہیں۔ ان کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ ان کی وجہ سے مولوی محمد علی پر امیر جماعت احمدیہ کا معزز لقب کس طرح صادق آسکتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو چاہیئے کہ اس معاملہ میں نظر ثانی فرماویں اور کوئی ایسا لقب اپنے واسطے تجویز کریں۔ جو واقعات صحیحہ اور ان کے جدید معتقدات کے مطابق ہو۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب میں اس کیفیت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جو مرہم عیسیٰ اور ان کے رفیق کے دورہ کے متعلق اخبار پیغام میں درج ہوئی ہے۔ اول یہ صریح جھوٹ ہے۔ کہ میں کسی کو ملازمت کا لالچ دیکر احمدی بناتا ہوں۔ دوم یہ کہ یہاں کی تمام جماعت میرے ماتحت ملازم ہے مثال کے طور پر صرف مرزا ناصر علی صاحب اور میر اکبر علی صاحب کے دو نام پیش کر دینا ہی کافی ہوگا۔ کیا مرہم عیسیٰ یا ان کا کوئی حامی بتا سکتا ہے۔ کہ یہ دونوں صاحبان جو معزز رئیس اور وکیل ہیں یہ بھی کیا میرے ہی ماتحت کیوجہ سے میرے ہم خیال ہیں۔ اور بابو محمد حفیظ صاحب ہیڈ کلارک دفتر پولیس بھی جن کا ذکر خیر خود پیغام کی رپورٹ میں درج ہے۔ کیا میرے پاس سے کوئی وظیفہ لیتے ہیں جو ان کو میرے ساتھ متفق الخیال ہونے پر مجبور کرتا ہے؟

بات یہ ہے۔ کہ یہاں کی جماعت خدا کے فضل سے حضرت میاں صاحب کی بیعت اور اطاعت کے عقیدہ پر اس قدر مضبوط ہے۔ کہ مرہم عیسیٰ کے دانت ان میں سے کسی پر نہ چل سکے اور کوئی ایک نہ پھسلایا جا سکا۔ تو اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے جھوٹی باتیں تراشی گئیں۔ جماعت فیروزپور ایک انتظام کے ماتحت چلتی ہے۔ فرق مراتب کی نگہداشت رکھتی ہے۔ اور جو معروف بات ان کو بتائی جائے۔ اس پر عمل کرتی ہے۔ مرہم عیسیٰ کے متعلق جماعت میں اتفاق تھا کہ اس کو بالکل منہ نہ لگایا جائے۔ اور اس کے ساتھ بحث کا دروازہ کھول کر بیفائدہ وقت ضائع نہ کیا جائے۔ یہ طرز عمل مرہم عیسیٰ کے لئے سخت دل شکنی کا موجب ہوا اگر بجائے اس کے کہ اس کو کچھ عبرت ہوتی۔ مرہم عیسیٰ نے اس حسن انتظام کو جو درحقیقت دور اندیشی اور اعلیٰ درجہ کی اخوت دینی پر مبنی ہے۔ دنیوی افسری ماتحتی کی طرف منسوب کرنا مناسب سمجھا۔ یہ لوگ حضرت صاحب کی ان تحریروں کو پیش کرکے دھوکہ دیتے ہیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اعلان فرما چکے ہیں۔ کہ میرا اول یہ عقیدہ تھا۔ بعد میں خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے اسکو بدل دیا۔ چنانچہ اسی رنگ میں مرہم عیسیٰ نے ہمارے ایک دوست کو جو چھاؤنی میں بود و باش رکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا جماعت کے ساتھ میل جول کم ہے۔ فریب دیا۔ الحمد للہ کہ یہ فریب جلد ٹوٹ گیا۔ اور ہمارے دوست نے بہت جلد توبہ کی جو حضرت فضل عمر کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے۔ معلوم نہیں۔ خدا کا خوف بالکل ان کے دلوں سے اٹھ گیا ہے۔ کہ اس قدر بیباکی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ مرہم عیسیٰ میرے پاس تو خود آئے تھے۔ مگر جب ہم نے یہ پوچھا کہ اب نبوت کا دروازہ کس طرح بند ہو گیا جبکہ مولوی محمد علی صاحب بحیثیت ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بڑے زور سے امت محمدیہ کے لئے اس کا تا قیامت کھلا ہونا بیان کرتے رہے ہیں۔ اس پر مرہم عیسیٰ بہت گھبرایا اور کہنے لگا۔ کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کہا تھا۔ آپ میرے عقائد کے متعلق گفتگو کریں۔ میں نے کہا جب تم مولوی محمد علی صاحب کو اپنا امیر مانتے ہو اور ان کی انجمن کے تم ملازم ہو۔ اور اس ملازمت کی حیثیت میں اور اپنے امیر کے

زیرِ حکم دورہ کررہے ہو۔ تو تم کو ضرور مولوی محمد علی صاحب کے عقائد کا ذمہ دار بننا پڑیگا۔ حکیم مرہم عیسیٰ کے والد صاحب بزرگوار اور بھائی تو کچھ اور کہا کرتے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ ابھی مرہم عیسیٰ میں شرم کا مادہ کسی قدر موجود ہے۔ کیونکہ ہمارے ملزم کرنے پر خاموش ہو گئے۔ دوسری ملاقات پر میں نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ کا حوالہ دیا۔ اور پوچھا کہ جب حضرت صاحب **صرف اپنے آپ کو نبی ٹھہراتے ہیں۔** اور فرماتے ہیں۔ کہ جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال واقطاب اس امت میں گذرے ہیں۔ ان کو کثیر حصہ اس نعمت کا نہیں دیا گیا اس لئے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ تو اب تم کس طرح کہتے ہو۔ کہ مجددین سابقین بھی نبی تھے۔ تو باوجودیکہ اول قسمیں کھاتا تھا۔ کہ ایسا حوالہ دو گے تو میں مان لونگا۔ مگر حوالہ دکھائے جانے پر بڑی دیدہ دلیری سے کہنے لگا۔ اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ حضرت مسیح موعود ہونے میں مخصوص تھے۔ مگر نبوت میں دوسرے اولیاء امت کے ساتھ شریک تھے۔ جو شخص ایسی بدیہی باتوں سے انکار کرجائے اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ اس قلیل عرصہ میں بھی جو مرہم عیسیٰ اور اس کا رفیق میرے پاس ٹھہرے۔ ایک دوسرے کے متضاد باتیں کہتے تھے۔ اور جھوٹ بولتے تھے چنانچہ میں نے اس رفیق کو جس کا نام صدیق حسن معلوم ہوتا ہے۔ ایک بات میں کہا۔ تمہارا امیر کچھ کہتا ہے۔ اور تم کچھ اور کہتے ہو۔ کہنے لگا۔ مرہم عیسیٰ میرا امیر نہیں۔ مرہم عیسیٰ کو پوچھا تو کہنے لگا کہ میں نے تو ان کو امیر بنانا چاہا تھا۔ مگر یہ بنتے نہیں پھر مجھے ہی بننا پڑا۔ کبھی صدیق حسن کہتے کہ میں مرہم عیسیٰ کا رفیق سفر نہیں مجھے تو راستہ میں سے پکڑ لائے ہیں۔ غرض ان دونوں کے باہمی اختلافات کو دیکھ کر خوب لطف آرہا تھا۔ مگر افسوس کہ اتنے میں میرے دفتر جانے کا وقت ہو گیا۔ اور میں نے معذرت چاہی۔ اس کو میاں صدیق حسن نہایت بد دیانتی کے ساتھ میرا بھاگ جانا بیان کرتے ہیں ۔

باقی رہا میرے نکاح کا ذکر۔ اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے۔ کہ اگر اس سے یہ مطلب ہے کہ میرا دینی عقیدہ ہوتا ہے۔ جو میری بیوی کے سسرال والوں کا ہو۔ تب تو جو شخص مجھے اور میرے ساتھ جماعت غیر وہ یہ کو اپنا ہم اعتقاد بنانا چاہے۔ اس کے ہاتھ میں ہمیں بہکا لینے کا نہایت سہل علاج میسر آجاتا ہے ۔

مرہم عیسیٰ کے جانے کے بعد منشی سیف الدین صاحب پشاوری جو یہاں اپنی سسرال میں قیام پذیر ہیں۔ اور ملازمت سے علیحدہ ہوکر احمدیوں کو بہکانے میں کوشاں ہیں بہت ہاتھ پیر مارتے ہیں۔ مگر بے سود۔ چند غیر احمدیوں سے جو یہاں چند سالوں سے ہمارے زیر تبلیغ تھے۔ یہ کہہ کر کہ ہم حضرت صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔ ان کو احمدی قرار دیا جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کی بیعت کا اعلان سنتا ہوں بڑے فخر کے ساتھ پیغام میں چھپا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ جیسے آگے تھے ویسے ہی اب ہیں۔ نہ اپنے آپکو احمدی بیان کرتے ہیں۔ نہ نماز میں غیر احمدیوں کے پیچھے پڑھنے سے ہٹے ہیں۔ اور نہ حضرت مسیح موعود کے کسی حکم کو جو ان کے خلاف منشاء ہو واجب التعمیل سمجھتے ہیں۔ ایسے حکموں کو خلافِ شریعت قرار دیکر ٹال دیتے ہیں ۔

یہ بیان کردینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ منشی سیف الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی نہ ہونے کی ایک وجہ یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ آپ کی ۶۵ فیصدی پیشگوئیاں غلط گئی ہیں ۔

جب معلم کے ایمان کا یہ حال ہے۔ تو جو اس کے شاگرد ہوں وہ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ کیسے کچھ راسخ الاعتقاد ہونگے۔ ایسے احمدی پیغامیوں کو مبارک رہیں۔ ہمیں ایسے ہجوم کی ضرورت نہیں ۔

ہمارا انگریزی ترجمہ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور خلافت کی برکات کا ایک نتیجہ ہمارا ترجمۃ القرآن ہے۔ جس کی نسبت دکن سے ایک بہت بڑے فاضل جو اپنے بہت سے علمی خطابات کے علاوہ امریکہ کی علمی سوسائٹیوں کے ممبر اور ایسوٹرک برادر ہڈ کے پریزیڈنٹ ہیں مفصلہ ذیل چٹھی لکھتے ہیں۔ جسے پڑھکر خواجہ صاحب کو کم از کم شرمانا چاہیئے جنہوں نے محض بغض وحسد سے مجبور ہوکر اس ترجمہ کو ناقص قرار دیا۔ اور اخبار میں اعلان کرکے غلط فہمی پھیلانی چاہی ۔ (ایڈیٹر)

"میں نے قرآن شریف کے پہلے پارے کا وی پی وصول کرلیا ہے۔ برائے مہربانی میرا نام درج رجسٹر کردیں اور جونہی اگلا تیار ہو۔ مجھے بھجوادیں ۔

کتاب کے متعلق میری اپنی یہ رائے ہے۔ کہ یہ ہندوستان کے اخلاقی لٹریچر میں اعلیٰ درجے کی ہے۔ اور اسلام کے متعلق جس قدر بھی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ انگلش ترجمہ بہت ہی آسان اور آسانی سے سمجھ میں آنے والا ہے چھپائی بہت ہی نفیس ہے۔ یہ تصنیف بحیثیت مجموعی جادو کی کشش رکھتی ہے۔ روحانی خیالات کے خزانے کھولے گئے ہیں۔ سوچنے کے لئے بہت سے معلومات جمع کردیئے گئے ہیں۔ کتاب کے اندر الٰہیات وروحانیات کے مضامین ہی نہیں۔ بلکہ یہ کتاب۔ لٹریچر۔ تاریخ۔ سوانح۔ مذہب۔ اخلاقی مضامین۔ تصوف۔ فلاسفی وغیرہ علوم پر بھی مشتمل ہے اس ایک کتاب کی تعریف میں دفتر لکھے جاسکتے ہیں۔ اور اسے ہم معجزات کی ذیل میں جگہ دے سکتے ہیں ۔

جونہی دوسرا حصہ تیار ہوجائے آپ مہربانی کرکے مجھے وہ بھی بھیجدیں ۔

چندہ برائے انجمن ممالک متحدہ آگرہ

اخبار الفضل مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۱۶ء میں مولوی خیر الدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ نے جو شرح چندہ برائے انجمن ممالک متحدہ لکھی ہے۔ اس میں میرے خیال میں مولوی صاحب ممدوح سے غلطی ہوئی ہے۔ دراصل چندہ کی شرح جو انجمن لکھنؤ نے تجویز کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

دس روپیہ ماہوار آمدنی تک علاوہ اور چندوں کے .... ایک پائی فی روپیہ

دس روپیہ سے بیس روپیہ " " " " " " .... ۲ پائی فی روپیہ

بیس سے زاید " " " " " " " " .... ۳ پائی فی روپیہ

اس کے ساتھ میں اپنے کل احمدی برادران مقیم ممالک متحدہ آگرہ واودھ سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ پر بغور غور کامل کچھ عملی حصہ لیں بغیر عمل کے کچھ نہ ہوگا۔ میرے خیال میں کل سکرٹری صاحبان انجمن ہائے ممالک متحدہ آگرہ واودھ اس مسئلہ کو باضابطہ اپنی اپنی انجمنوں میں پیش کردیں۔ اور پھر جو رائے پاس ہو اس سے مجھے مطلع فرماویں تاکہ میں بغرض منظوری حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کروں (محمد عثمان لکھنؤ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

فروعی مسائل میں جھگڑے نہ کرو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح المہدیؑ ایدہ اللہ تعالیٰ
فرمودہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۶ء

یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذہب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ۃ (۸-۴۸)

مسیح موعود کی بعثت سے پہلے مسلمانوں کی حالت

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا فضل ہوا ہے۔ کہ مسلمان بالکل پراگندہ ہو گئے تھے ان میں سے ہر ایک شخص دوسرے کے مخالف چل رہا تھا۔ کسی کا کسی سے کوئی اتحاد کوئی محبت کوئی پیار اور کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ میں کہ سکتا ہوں کہ مسلمان کہلاتے تو تھے مسلمان مگر اسلام کوئی نہ تھا۔ ہر شخص کا مذہب علیحدہ تھا۔ لوگ چھلکے کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اور مغز کی کسی کو فکر نہ تھی۔ درخت کے اوپر فدا ہو رہے تھے۔ مگر درخت ایسا تھا جو پھل نہیں دیتا تھا۔ وہ سواری کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ مگر یہ کسی کو فکر نہ تھی۔ کہ منزل مقصود پر پہنچنا بھی ہے۔ یا نہیں۔ ہر ایک مذہبی پہلو سے حالت بدتریں ہو رہی تھی۔ اور یہ کوئی دور کی بات نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے یہ نہیں دیکھا۔ اب جاکر غیر احمدیوں کو دیکھ لے۔ کہ ان کا کیا مذہب ہے۔ کیا طریق ہے کیا رنگ ہے۔ کیا ڈھنگ ہے۔ نہ تو ان میں اسلام ہے۔ اور نہ کوئی مسلم ہے۔ ہر شخص کی رائے اس کا مذہب اور ہر شخص کا خیال اس کا دین ہے۔

مسیح موعود کی بعثت کے فوائد

ایسی دردناک حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جیسا کہ اس کی قدیم سے سنت ہے ایک ایسے انسان کو مبعوث فرمایا جس کی کلام کو اپنا کلام اور جس کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ قرار دیا۔ اس انسان کے ذریعہ وہ مذہب جس کی اس طرح حالت ہو گئی تھی جس طرح ریت میں دریا خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نمودار ہو گیا جس طرح آیت کے اوپر بہنے والا دریا لہریں مارتا ہے۔ لوگوں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ یہ دریا خشک ہو گیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے ایک ہی بندے کے ذریعہ بتا دیا۔ کہ خشک نہیں ہوا۔ لوگوں نے اس پر مٹی ڈالکر اسے چھپا دیا تھا۔ ورنہ وہ تو اسی زور وشور سے جاری ہے جس طرح پہلے تھا۔ سو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ مذہب جو شکوک وشبہات سے پر ہو گیا تھا پھر یقین اور اطمینان لانے والا ہو گیا۔ اور وہ جماعت جو پراگندہ ہو چکی تھی۔ بلکہ جماعت کہلانے کی مستحق ہی نہ رہی تھی۔ اس کو خدا تعالیٰ نے ایک جماعت بنا دیا۔ یہ ایک خدا تعالیٰ کا فضل تھا جس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کی آنکھیں ہوں۔ اور جس نے دیکھا ہو۔ کہ قومیں کس طرح ہلاک اور تباہ ہوا کرتی ہیں۔ پھر اس شخص کو اس کی قدر ہو سکتی ہے۔ جو تاریخ سے واقف ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہو۔ کہ اسلام کس حالت میں ہو گیا تھا جسے حضرت مسیح موعود نے آکر کھڑا کیا ہے۔ گویا اسلام کو کھڑا کرنا قبر میں ڈالے ہوئے مردے سے بھی بڑھکر تھا۔ نادان سمجھتے ہیں کہ خدا مردہ جسم کو زندہ نہیں کر سکتا۔ انسان جب ایک دفعہ مر جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ تو پھر کبھی زندہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر وہ اپنی آنکھیں کھولیں اور اس بات پر غور وفکر کریں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے کہ کسی مردہ کے زندہ کرنے سے کسی قوم کا زندہ کرنا بہت مشکل ہے۔ مردہ انسان آسانی سے زندہ ہو سکتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ایک قوم مر چکے۔ اور اس کو زندہ کیا جائے۔ اسی مثل کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ کہ دیکھو ہم ایک مردہ قوم کو زندہ کریں گے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہو گا کہ ایک دن ہم مردہ انسان کو بھی زندہ کریں گے

مسیح موعود نے زندہ کیا

تو یہ خدا کا بڑا ہی فضل ہے کہ مسلمان جو ایک مردہ قوم تھی اس میں سے ایک زندہ قوم کھڑی ہو گئی۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے تھوڑا ہے۔ لیکن کئی ایسے آدمی ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے۔ تو گھبرا جاتے ہیں اور گھبرا اٹھتے ہیں۔ کہ کس طرح یہ مصیبت دور ہو گی۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں۔ کہ جاؤ ان لوگوں کو دیکھو جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور اسلام کا دعوی کرتے ہیں۔ ان کا دل تو الگ رہا ان کی زبانیں بھی اس بات کے لئے گواہی دے رہی ہیں کہ اسلام مر چکا ہے۔ اس میں بالکل جان نہیں ہے۔ اور وہ اس قدر مایوس ہو گئے ہیں۔ کہ کہتے ہیں۔ اب کوئی اسلام کو زندہ نہیں کر سکتا چونکہ وہ اپنے دلوں کو مردہ دیکھتے ہیں۔ علماء صوفیا اور گدی نشینوں کو مردہ پاتے ہیں۔ اپنے امراء اور رشتہ داروں کو دیکھتے ہیں۔ کہ دین کی طرف سے مردہ ہو گئے اس لئے وہ ناامید ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ کہ ان کے گھروں میں نہ ان کے بازاروں میں نہ ان کی مسجدوں میں اور نہ ان کے حجروں میں کہیں بھی زندہ خدا کا نام نہیں ہے۔ وہ خدا کا نام لیتے ہیں مگر صرف زبان سے۔ وہ خدا کا کلام پڑھتے۔ مگر صرف زبان سے۔ ان کا جسم چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ مگر اصل میں گوشت کی قبر ہے جس میں ان کی مردہ روح پڑی ہے۔ ایسے نظارہ کو دیکھکر اگر وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام کے لئے کوئی زندگی نہیں ہے۔ تو ٹھیک کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حالت ہی یہاں تک پہنچ چکی ہے :۔

احمدی جماعت ایک زندہ قوم ہے

لیکن باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے اپنا ایک برگزیدہ انسان بھیجکر ایک ایسی جماعت تیار کر دی ہے جس کے دل زندہ اور روح زندہ ہے۔ جس کی ہمت بلند اور حوصلہ پختہ ہے۔ ہر ایک وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتا اور دل سے یقین رکھتا ہے۔ گو اس کے پاس مال نہیں۔ دولت نہیں حتی کہ سونے کے لئے اپنی جگہ بھی نہیں۔ وہ جب سوتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ صبح ہمارے لئے کوئی عظیم الشان فتح کی خوشخبری لائیگی وہ سارا دن محنت ومشقت کرتا ہے اور شام کے وقت اتنا نہیں کما سکتا کہ اس کے بال بچے پیٹ بھر کے کھائیں۔ مگر شام کے لئے اس کا دل خوشی سے اچھلتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ دن نہیں ڈوبے گا جب تک کہ میں خوشی کی کوئی بات نہ سن لونگا۔ وہ سب سے زیادہ مصیبت زدہ اور مشکلات میں گھبرایا ہوا ہو کر خوشخبری اور کامیابی کا امیدوار ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ یہی کہ زندہ قوم ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو

زندگی کا بگل پھونکا گیا تھا۔ یہ اس کے ذریعہ کھڑی ہوئی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اس طرف اس قدر امید ہے۔ اور اس طرف ایسی مایوسی۔

اس زندہ قوم میں تفرقہ ڈالنے کا بڑا بھاری جرم ہے

اب اگر کوئی اس زندہ قوم کو مارنا چاہے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ کتنے بڑے فعل کے ارتکاب کا ارادہ رکھتا ہے۔ ایک مومن کے قتل کرنے کی سزا خدا تعالےٰ یہ فرماتا ہے۔ فجزاءہ جہنم کہ اس کی سزا جہنم ہے۔ لیکن جو ایک قوم کو مارتا ہے۔ اس کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس کے لئے کتنا بڑا عذاب ہوگا مگر بہت ہیں۔ جو کسی انسان کے قتل کرنے کی دلیری نہیں کریں گے۔ اور ۹۹ فیصدی ایسے ہونگے۔ کہ جب ان کو قتل کی ترغیب دی گئی ہو۔ تو ان کے دل دھڑکنے لگ جائیں۔ اور کپکپی شروع ہو جائے۔ مگر اس کے مقابلہ میں کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ ایسے بہت کم انسان ملینگے جو زندہ قوموں کے مارنے سے ڈریں۔ حالانکہ اس فعل کی سزا انہیں بہت ہی بڑھکر ملیگی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ سوئے ہوئے فتنے کو جگانے والے پر خدا کی لعنت ہو۔ ایک زمانہ میں فتنہ بھی سو جاتا ہے۔ جس طرح نور اور ظلمت اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ جہاں ظلمت ہوگی وہاں نور نہیں ہوگا اور جہاں نور ہوگا۔ وہاں ظلمت نہیں ہوگی اسی طرح جس وقت خدا تعالیٰ کا نور کسی قوم کو زندہ کرتا ہے۔ تو اس وقت ظلمت یعنی فتنہ سو جاتا ہے اور فتنہ اس وقت جاگتا ہے۔ کہ جب اس کا مقابلہ کرنیکے لئے نور موجود نہیں ہوتا۔ اور جب نور موجود ہو۔ خواہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔ اس وقت ظلمت مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتی۔ تو سوئے ہوئے فتنہ کو جگانے سے یہی مراد ہے۔ کہ جب کوئی نبی آتا ہے۔ اور ایک ایسی پاک جماعت تیار کر جائے جو راستی اور حق قائم کرنے والی ہوتی ہے۔ تو فتنہ سو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں بعض لوگ اس جماعت کو پراگندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہی سوئے ہوئے فتنہ کا جگانا ہے۔ اسی کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانہ میں فتنہ سویا ہوا ہے اب اگر کوئی اسے جگائے۔ تو اس پر خدا کی لعنت ہو

آپ نے اس کے لئے یہ بددعا کی ہے۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہ کسی کو گالی دیتے تھے۔ اور نہ کسی پر لعنت بھیجتے تھے پس جب آپ نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی خطرناک گناہ گار ہے۔ تو فتنہ کے جگانے والا اور زندہ قوموں کے مارنے والا بہت ہی خطرناک انسان ہے

مسلمانوں کا اختلاف فروعی مسائل پر

مسلمانوں کی اس وقت کی حالت دیکھو کیسی نازک ہے مساجد میں اول تو کوئی داخل ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوں تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے فساد اور جھگڑے ہوتے۔ کہ خدا کی پناہ۔ التحیات میں اگر کوئی انگلی اٹھاتا۔ تو اس کی انگلی توڑ دی جاتی۔ اگر کوئی آمین بالجہر کہتا۔ تو اس کی شامت آجاتی۔ مارنے لگ جاتے۔ اور کہتے کہ کتا بھونکتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آمین بالجہر فرمایا کرتے تھے۔ پھر بعض جگہ اگر کسی نے آمین دل میں کہی۔ تو کہہ دیا کہ مردے قبروں میں پڑے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے۔ اور صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔ غرض بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر اختلاف اور جھگڑے شروع ہو جاتے تھے۔

مسیح موعود نے ان جھگڑوں کو یکسر اٹھا دیا

خدا تعالیٰ نے ان باتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دور کیا۔ ہمارے ہاں جو حضرت مسیح کے وقت اور اب بھی ایک ہی صف میں ایسے آدمی ہوتے ہیں جن میں سے کوئی آمین بالجہر کہتا ہے اور کوئی دل میں۔ کوئی رفع یدین کرتا ہے۔ اور کوئی نہیں۔ اسی طرح گو کم رہ گئے ہیں۔ تاہم ابھی تک ایسے بھی لوگ ہیں جو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں۔ لیکن کوئی کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔ کیوں اس لئے کہ یہ ایسی باتیں نہیں ہیں جن پر جھگڑا کیا جائے۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو وہ سوئے ہوئے فتنہ کو جگاتا ہے۔

یہ باتیں لڑنے کی نہیں

اب یہ جو باتیں پیش آئی ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسی طرح متوجہ کیا ہے۔ کہ وہ باتیں جو اصول دین سے تعلق نہ رکھنے کے باوجود جماعت میں اختلاف کا باعث ہوں۔ ان پر جھگڑنا نہیں چاہیئے۔ فرمایا

یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصبرین۔ اے مومنو ایک وقت تم پر ایسا آتا ہے جبکہ تم دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہوتے ہو۔ اس وقت تمہیں چاہیئے کہ تمہاری ساری توجہ دشمن کے مقابلہ میں جم کر کھڑے رہنے کی طرف ہو۔ اور خدا کے حضور بہت دعاؤں میں لگے رہو۔ (ذکر کے معنے تسبیح و تحمید بھی ہیں اور یاد کرنے سے مراد پکارنا بھی ہوتا ہے۔ جیسے کہ اردو میں بھی محاورہ ہے) اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ تم کامیاب۔ مظفر و منصور ہو جاؤ گے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا۔ کہ ایسے وقت میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔ اور آپس میں کسی قسم کا جھگڑا نہیں کرنا۔ یہاں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جھگڑا مذہبی معاملات کے متعلق ہی ہے۔ فرمایا اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم کمزور ضعیف ہو جاؤ گے۔ تمہاری طاقت تمہارا رعب مٹ جائیگا۔ ریح کے معنی ہیں (۱) پاکیزہ اور عمدہ چیز (۲) قوت (۳) غلبہ (۴) خوشی کے ہیں۔ اس لئے یہ معنی ہوئے۔ کہ اگر تم آپس میں جھگڑا کرو گے تو تمہاری خوشی۔ غلبہ۔ قوت مٹ جائیگی اور تمہارے اندر کوئی اچھی بات نہ رہیگی۔

دشمن کا مقابلہ ہو تو باہمی فروعی اختلاف بھول جاؤ

ہر ایک کام کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہو۔ تو اس وقت اگر کوئی مذہبی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس پر جھگڑا نہیں کرنا۔ بلکہ اس وقت تمہارے یہی مدنظر ہونا چاہیئے۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ دشمن کو کچل دیا جائے۔ کیونکہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے فیصلہ کا وہ وقت ہوتا ہے جبکہ دشمن مقابلہ سے بھاگ جائے۔ اور امن و اطمینان حاصل ہو جائے۔

اصولی بات جس سے دین میں فتور پڑے اس پر مباحثہ کرو

ہاں ایسی باتیں جن کی وجہ سے دین میں حرج واقع ہوتا ہو۔ تو ان کا فیصلہ ایسے موقع بھی کر لینا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز نہ پڑھے اور جب اسے کہا جائے کہ نماز پڑھو۔ تو کہے کہ دیکھو یہ دشمن سے مقابلہ کا وقت ہے۔ اس وقت یہ بات کر کے اختلاف

نہ ڈالو۔ تو ایسے شخص کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔ بلکہ دشمن اسلام ہے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امر و نہی کے متعلق مسلمانوں کو سخت تاکید کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے یہودیوں کی تباہی کی ایک یہ وجہ بھی بتائی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کو امر بالمعروف نہی عن المنکر نہیں کرتے۔ پس جبکہ ایک طرف خدا تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی فرماتا ہے۔ ولاتنازعوا اور یہ بھی دین کے متعلق ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت محمدیہ کی تباہی کا یہی وقت بتاتے ہیں۔ جب کہ علما امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وعظ چھوڑ دینگے تو بظاہر اس میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ باتیں جو قوم میں اختلاف کا باعث ہو کر اس کی تباہی کا موجب ہوتی ہیں۔ اور فروعی مسائل سے تعلق رکھتی ہیں انہیں اس وقت تک چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ جب تک کہ دشمن پر کامیابی نہ حاصل ہو جائے۔ پہلے بڑا کام دشمن کا مقابلہ ہے۔ اس کے بعد چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھا جائیگا۔ ان دونوں قسم کے احکام کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑے بڑے دینی مسائل جو اصول دین سے عقائد سے عبادات یا سیاست اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا ان کا اثر ایسے مسائل پر پڑتا ہے جن سے اسلام میں رخنہ پڑ سکتا ہے۔ ان سے روکنے کا حکم ہے کیونکہ ایسے لوگ مسلمان نہیں بلکہ دشمن اسلام ہیں۔ مگر جو ایسے مسائل ہوں جنکا روحانیت پر اثر پڑتا ہو۔ اور نہ جن سے دین میں حرج واقعہ ہوتا ہو۔ ایسے مسائل کو چھیڑنے والا سوئے ہوئے فتنہ کو جگاتا ہے۔

ہماری جماعت میں فروعی مسائل پر جھگڑے نہ ہوں

ہماری جماعت میں اس قسم کا کوئی فتنہ نہ تھا۔ مگر اب پھر جھگڑے شروع ہو گئے ہیں باہر سے خط آتے ہیں۔ رفع یدین کرنا چاہیئے یا نہیں۔ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے یا دل میں۔ اگر کوئی آمین اونچی آواز سے نہ کہے۔ تو کہتے ہیں مردہ کھڑی ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں دیکھتے کہ اگر وہ مردہ ہیں۔ تو نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی مردہ ہی ہوئے۔ کیونکہ کان لگا کر سننے والے بھی آپ کی آمین کی آواز کو نہیں سن سکے۔ پھر وہ نہیں جانتے۔ کہ ان کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے صحابہ کرام اور حضرت مسیح موعود کے صحابہ تک پہنچتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے والے بہت ایسے تھے۔ جو آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔ لیکن آپ نے کبھی انکو کہنے کے لئے نہیں کہا۔ اور بہت ایسے تھے جو اونچی آواز سے کہتے تھے۔ مگر آپ نے کبھی انکو نہیں روکا۔

الحکم العدل کے فیصلہ پر عمل کرو

ہماری جماعت کے لئے تو ایسے مسائل پر جھگڑے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ انسان جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم عدل فرمایا۔ اور جس کو خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اے مسیح موعود لوگوں کو کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو۔ تو اس کا یہی طریق ہے۔ کہ میری اتباع کرو۔ ایسے انسان کا کوئی حکم نہ مانیگا۔ تو اور کس کا مانیگا۔ آپ نے ان سب باتوں کی متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو صریح احکام ہیں ان کو مانو اور حدیث کے صریح احکام کو مانو۔ اگر حدیث میں کوئی ایسا حکم ہو۔ جو کسی اصول دین کے خلاف ہو۔ تو وہ درست نہیں ہو سکتا۔ اس کو قرآن شریف پر عرض کرو۔ اگر قرآن کریم اس کی تصدیق کرے۔ تو قبول کر لو۔ اور اگر رد کرے۔ تو رد کر دو۔ پھر فروعات کے متعلق آپ کا فیصلہ ہے۔ کہ اگر کسی بات کے متعلق ایک ہی عمل موجود ہے۔ تو اسی طرح ٹھیک ہے۔ اور اگر مختلف ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مختلف اوقات اور مختلف حالات کے ماتحت مختلف طریق ہی رائج رہے ہیں۔ اور چونکہ اس ملک میں امام ابوحنیفہ کے پیرو زیادہ ہیں۔ اس لئے ایسے امور میں اپنی رائے پر ان کے فیصلہ کو ترجیح دے لو تاکہ فروعی باتوں کی وجہ سے جھگڑا نہ ہو۔ ورنہ امام ابوحنیفہ کوئی نبی یا رسول یا حکم یا مامور نہ تھے کہ ضرور انہی کی بات مانی جائے۔ جیسے میری رائے ویسی ان کی رائے ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت دونوں طریق سے آمین کہی جاتی رہی ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں طریق سے جائز ہے۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ بعض انسانوں کو جوش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اونچی آواز سے آمین کہتے ہیں۔ اور بعض کی طبیعت میں انکسار ہوتا ہے۔ انکو دل میں ہی کہنے سے مزا آتا ہے۔ چونکہ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے شریعت نے دونوں طریق سے جائز رکھا ہے۔ آنحضرت کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ ایسے ہی مسائل کے متعلق جھگڑا کرنا خدا تعالیٰ کے غضب کا موجب ہوتا ہے۔ اور انہیں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولاتنازعوا جھگڑا نہ کرو۔

قوم کو فتنہ میں ڈالنا گناہ ہے

وہ لوگ جو ایسے مسائل میں جھگڑا کرتے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط کو دیکھیں۔ کعبہ کے ارد گرد کچھ زمین ہے۔ جو کعبہ کی چھت میں شامل نہیں۔ مگر حج کے موقعہ پر طواف کے وقت اس کے گرد ہی گھوما جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی۔ کہ میں کعبہ میں نماز پڑھنی چاہتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسی جگہ پڑھ لو۔ یہ بھی خانہ کعبہ کی چار دیواری کے اندر ہے۔ آپ کی احتیاط دیکھو آپ نے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی۔ تو میں کعبہ کے احاطہ کو توڑ کر اس کو اسی میں شامل کر دیتا۔ اور دو دروازے بنا دیتا۔ ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکل جاتے۔ تو باوجود اس کے کہ وہ جگہ کعبہ میں شامل تھی۔ اور جب قریش نے کعبہ کا احاطہ بنانے کے لئے چندہ جمع کیا۔ تو چندہ کے تھوڑا ہونے کی وجہ سے ساری جگہ کو احاطہ میں شامل نہ کیا جا سکا۔ اور جو جگہ بچ رہی اس پر نشان لگا دیا۔ مگر آنحضرت صلعم نے بھی اس کو شامل نہ کیا۔ پھر علماء کی احتیاط دیکھو۔ بعد میں اس کی عمارت بنا دی گئی۔ لیکن جب بنو امیہ کی حکومت ہوئی تو اس عمارت کو گرا کر پہلی طرح ہی کر دیا گیا۔ اور کہا کہ جس کام کو رسول اللہ نے نہیں کیا۔ اسے کوئی اور کیوں کرے۔ اس کے بعد جب عباسی حکومت کا دورہ آیا۔ تو ایک بادشاہ نے امام سے پوچھا۔ کہ کیا اس زمین کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو انہوں نے کہا کہ اصل کعبہ تو اتنا ہی ہے۔ جتنی جگہ پر نشان لگے ہوئے ہیں۔ مگر اس کو بچوں کا کھیل نہ بناؤ۔ اسی طرح رہنے دو جس طرح بنا ہوا ہے۔ اگر تم نے اس کو شامل کر لیا۔ تو کوئی اور آئیگا جو اس کو گرا دیگا۔ یہ احتیاط تھی۔ جو کعبہ کے متعلق کی گئی۔ آمین کا مسئلہ اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تو اس قسم کے اختلاف کرنیوالے سوئے ہوئے فتنہ کو جگانیوالے ہوتے ہیں۔

ہماری جماعت محتاط رہے

آمین اونچی آواز سے کہنا یا نیچے سے۔ رفع یدین کرنا یا نہ کرنا۔ انگلی اٹھانا یا نہ اٹھانا۔ ان سب باتوں کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فیصلے کر دیئے ہیں جو شخص آپ کو مسیح موعود مانتا ہے۔ وہ آپکے فیصلوں کو قبول کریگا اور فیصلوں کو قبول نہیں کرتا۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ کہ میں آپکو مانتا ہوں۔

محدثین کی قدر کرو

ہماری جماعت کو بہت محتاط ہونا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محدثین کی بہت قدر کی ہے۔ آپنے بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری قرار دیا ہے۔ جو شخص امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی ہتک کرتا ہے۔ وہ توبہ کرے۔ کیونکہ یہ بہت برا کام ہے۔ امام بخاریؒ نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا اور اس کے رسول کی طرف سے لکھا ہے انکا اپنا اجتہاد اس میں شامل نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص ان کی احادیث کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ہتک کرتا ہے۔ کیونکہ وہ حدیثیں آپ کی زبان سے نکلی ہوئی ہیں۔ اور خشک حدثیں نہیں ہیں۔ جو شخص ان احادیث کو مانتا ہے۔ وہ امام بخاری کو نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کو مانتا ہے۔ پس ہر ایک کو چاہئیے کہ احتیاط سے کام لے۔ جب کسی قوم میں امن و امان آجاتا ہے۔ تو ایسی ایسی باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیا جب احمدیوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں مختلف جگہوں میں ہوتی تھیں۔ اپنی مسجدیں نہ تھیں۔ مخالفین تنگ کرتے اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اس وقت بھی ایسی باتیں یاد آتی تھیں۔ ہرگز نہیں۔ لیکن اب ایسی باتوں پر بحث ومباحثے شروع ہو گئے ہیں۔ گویا انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہمارے دشمن نہیں رہے اور ہم آرام میں ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے۔ ہمارے تو وہ تمام لوگ دشمن ہیں۔ جو دنیا کے کسی گوشہ میں بستے ہیں۔ اور حق اور صداقت کے مخالف ہیں۔ اور ہر ایک احمدی کے وہ سب دشمن ہیں۔ جو شیطان کے پیچھے چلتے ہیں۔ پس جب تک شیطان دنیا سے نہیں مٹ جاتا اس وقت تک احمدیوں کو بھی ہتھیار نہیں رکھنے چاہیئے۔

نصیحت

پس تم لوگ اللہ اور رسول کے فیصلہ پر چلو اور وہ باتیں جو اصول دین سے تعلق نہیں رکھتیں۔ اور مختلف صحابہ نے ان پر مختلف طریق سے عمل کیا ہے۔ ان میں سے جس طریق پر کوئی عمل کرتا ہے۔ اچھا کرتا ہے کوئی گناہ کی بات نہیں۔ سب انسانوں کی طبیعت ایک ایسی نہیں ہوتی۔ کسی کے لئے کوئی بات پسندیدہ ہے اور کسی کے کوئی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان سب طریقوں کو جو پہلے مختلف مذاہب میں مروج تھے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ تا کسی کی طبیعت گھبرائے نہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ نے طبائع کا اتنا لحاظ رکھا ہے۔ تو بندوں کا کیا مقدور ہے۔ کہ ایسے مسائل میں اختلاف کریں۔ خدا کے فضل سے یہاں کے لوگ ایسی باتوں سے بچے ہوئے ہیں۔ لیکن بیرونجات سے ایسے جھگڑوں کے متعلق خطوط آتے رہتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کے متعلق یہ تجویز ہونی چاہیئے کہ جو شخص ایسا ہو۔ اس کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے۔ کیونکہ ایسی باتوں کا اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اس بات کی سمجھ دے۔ کہ کس قدر خطرناک دشمن کے ساتھ ان کا مقابلہ ہے۔ تا کہ وہ ایسے جھگڑوں سے باز آجائیں۔ جو شخص ایسی حالت میں جھگڑا کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو اپنے دشمن کی خبر ہی نہیں۔ کیا ممکن ہے کہ شیر سامنے کھڑا ہو۔ اور کسی کو نیند آجائے۔ لیکن جس کے سر پر شیر کھڑا ہے اور وہ سوتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس کو شیر کا علم ہی نہیں۔ اسی طرح جو شخص فتنہ برپا کرتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دیکھا ہی نہیں۔ کہ کتنے بڑے دشمن سے اس کا مقابلہ ہے۔ جس شخص نے پچاس ساٹھ میل جانا ہو۔ وہ کبھی بے فکر ہو کر راستہ میں نہیں سکتا۔ اسی طرح وہ شخص جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر ایسا کرتا ہے۔ گویا اس نے اپنے فرض کو سمجھا ہی نہیں۔ ہر ایک احمدی کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس وقت تک کوئی ایک شخص بھی دنیا پر ایسا موجود ہوگا۔ جو حق کو نہیں پائیگا۔ اس وقت تک اس کا مقابلہ ختم نہیں ہوگا۔ ادھر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ جب تک دشمن سے مقابلہ ہو۔ اس وقت تک ایسے مسائل میں نہ جھگڑو۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کفار قیامت تک رہینگے۔ اس سے پتہ لگا کہ ایسے مسائل میں کبھی جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ نے ایک ایسی شرط لگا دی ہے۔ جیسے کوئی کہے۔ کہ جب تک تم زندہ رہو یہ بات کبھی نہ کرنا۔ یہ خدا تعالیٰ نے اس لئے فرمایا ہے۔ کہ مسلمانوں کو ایسی باتوں کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔ تا وہ اپنے اصل کام میں لگے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے فتنوں کو دور کرے اور سب لوگوں کو سمجھ دے۔ تا کہ وہ اس طرف سے ہٹ کر اصل کام کی طرف متوجہ ہوں۔ کوئی نادان ہی ہوگا۔ جو ایسے وقت میں ایسے جھگڑوں کی طرف توجہ کرے۔ کیا جس کا بیٹا مر رہا ہو۔ اسے ناخن اتروانے یا بال کٹانے میں لگا ہوا کسی نے دیکھا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی دیکھا۔ کہ ہر ایک ایسی کوشش میں ہوتا ہے۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے اس کا بیٹا بچ جائے۔ مگر اسلام اس وقت مر رہا ہے۔ اور بعض ایسے لوگ ہیں۔ جن کی توجہ اس طرف ہے کہ ناخن بڑے ہو گئے ہیں۔ انہیں کٹانا چاہیئے بال پراگندہ ہو گئے ہیں انہیں کنگھی کرنی چاہیئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں اسلام سے پیار اور محبت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی قدر جانتے ہیں۔ اسی لئے اس کو مرتا ہوا دیکھکر بھی انہیں گھبراہٹ پیدا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے۔ اور آپ لوگوں کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق دے ❊

اشتہار

بعدالت منشی محمد نواب خانصاحب منصف درجہ اول احمد گڑھ علاقہ مالیر کوٹلہ

مقدمہ ۹۴ منصفی احمد گڑھ

صاحب تاپرچند سنگھ جٹ سکن تنگل علاقہ انگریزی چک ۳۰۷ | بنام جیون سنگھ پسر بہلا سنگھ عیسٰی پور معروف لسٹ علاقہ مالیر کوٹلہ

دعویٰ دلاپانے مبلغ مالیہ ۱۲/۹ کلدار معروف علاقہ مالیر کوٹلہ ❊

مقدمہ صدر میں جیون سنگھ پسر بہلا جٹ سکنہ عیسٰی پور مدعا علیہ مذکور دانستہ تعمیل سے گریز کر رہا ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ اگر مسمی مذکور تاریخ ۲۶ اپریل ۱۹۱۶ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر عدالت ہذا میں جوابدہی نہ کریگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی ❊

آج ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا

۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء

دستخط محمد نواب خان ثاقب نائب ناظم و منصف

احمد گڑھ

مالیر کوٹلہ